نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

ایڈیٹر الحکم کے لیکچروں کا سلسلہ
(دوسرا لیکچر)

قرآن مجید کی اعجازی قوت

وہ لیکچر جو خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم نے انجمن احمدیہ فیروزپور
کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر عام مجمع میں دیا

۲۹-مئی ۱۹۰۹ء

اپنے کارخانہ انوار احمدیہ مشین پریس میں چھاپ کر شائع کیا

تعداد جلد ۶۰۰ (اوّل مرتبہ) قیمت ۱ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن کریم کی مدح میں عاشقانہ ترانہ

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بُستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لؤلؤئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کے بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ۔ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ۔
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں سے قرباں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرانِ ملت! بزرگانِ وطن! مَیں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا شکر کرتا ہوں۔ کہ اُس نے محض اپنے فضل سے مجھے موقعہ دیا۔ کہ مَیں آپ کو کچھ ایسی باتیں سُناؤں۔ جو انسانی زندگی کے مقصد اصلی کی منزل کا پتہ دیتی ہوں۔ اور جو دیارِ محبوب کی طرف لے جانیوالی ہوں۔ مَیں یہ کہنے کی قطعاً جرأت نہیں کرتا کہ فی الواقعہ ان میں ایسی قوّت اور جذب ہو گا کہ وہ قلوب کو متاثر کر سکیں گی۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ مذہبی زندگی کے دور میں انہوں نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔ اس لئے کیا عجب کہ ان لوگوں کو جو میرے جیسا دِل پہلو میں اور دماغ سر میں رکھتے ہوں۔ کچھ فائدہ دے سکیں۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے کہ وہ مجھے قوّتِ بیان اور آپ کو قوّتِ فکر عطا فرما دے۔ تاکہ ہم دونوں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔

صاحبان! میرا مضمون قرآن مجید کی اعجازی قوّت پر ہے۔

قرآن مجید کی اعجازی قوّت کے بیان اور تصریح کے لئے چند صفحے یا چند گھنٹے مکتفی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ یہ وہ کتابِ مجید ہے۔ جو تیئس سال میں نازل ہوئی۔ اور پھر جس کا خطاب کل نوعِ انسان کی طرف ہے۔ اور جس کا زمانہ قیامت اور قیامت کے بعد بھی دراز ہے۔ ایسی حالت اور ایسی صورت میں اس تھوڑے سے وقفہ اور وقت میں جو مجھے ملا ہے۔ مَیں شاید

بہت ہی کم اس مضمون پر کہہ سکوں گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور مجھے پھر کبھی موقعہ دیا۔ تو انشاء اللہ العزیز پھر اس پر کچھ کہوں گا۔ اور پھر کہوں گا۔ اور آرزو رکھتا ہوں کہ اس بیان میں خارق عادت قوت پا سکوں۔

قرآن مجید جیسا کہ ہمارا ایمان ہے اور جس کے لئے ہمارے پاس دلائل اور وجوہات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کامل اور مکمل **ہدایت نامہ** ہے۔ جو انسان کو دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کمالات۔ عجائبات اور معارف۔ اس کی تاثیرات اور برکات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ خدا تعالیٰ کی اس مجید کتاب کی نسبت یہ بجا اور جائز دعویٰ کیا گیا ہے۔ **فیھا کتبٌ قیمہ** یعنے جس قدر صداقتیں ہیں۔ خواہ وہ دُنیا کی کسی کتاب۔ کسی ہادیٔ مذہب یا حکیم کی تعلیم اور ہدائت ناموں میں مل سکتی ہوں۔ وہ سب کی سب اس میں موجود اور نہ صرف موجود بلکہ وہ مضبوط اور مستحکم دلائل کے ساتھ **موکد** کی گئی ہیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ یہ کتاب تمام صداقتوں اور حقایق کی پرکھ کے لئے ایک۔ **قابل قدر** اور خطا کرنے والی **میزان** ہے۔ اس لحاظ سے **قرآن مجید کی اعجازی قوت** کی تاثیر اور طاقت کا اندازہ اسی ایک امر سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مَیں اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروں۔ تو شائد مَیں سخت فروگذاشت کرونگا۔

برادران وطن! اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ ہر متکلم کا کلام اسی قدر قوت اور شوکت۔ تاثیر اور برکت رکھتا ہے۔ جو خود اس کلام کے متکلم میں موجود ہو۔ اور جس قسم کے صفات اور جذبات بولنے والے کے ہوں۔ وہی رنگ اور خوبی کسی نہ کسی پہلو سے اس کے کلام میں ہونی ضروری ہے۔ اس حیثیت سے وہ کلام جس کو ہم اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کس **جلال** وجبروت اور **عظمت و شوکت** کے رنگ میں رنگین ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ہم **قرآن مجید** کے بیان میں بلند پروازی۔ تعلیم میں قوت و استقامت۔ منکرین پر اتمام حجت کے لئے ہر قسم کے دلائل کی بھرمار۔ اور بالآخر اعجازی نشانات اور تحدیوں کو پاتے ہیں۔ تو بے اختیار کہنا پڑتا

ہے۔

لاریب یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام معجز نظام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام جو اُس کے برگزیدہ رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ بیشک اپنے اندر ایک عظیم الشان اعجاز رکھتا ہے۔ اور اسے رکھنا چاہئے۔ مگر یہ کلام جس حیثیت اور جس قوت کے انسان پر نازل ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کلام کی اعجازی طاقت کام کرتی ہے۔ اس رنگ میں قرآن کریم کو اگر ہم دیکھیں۔ تو اُس کی طاقت سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ جس پر یہ کلام اُترا۔ وہ تمام راستبازوں کا سردار اور تمام انبیاء ورسل کا خاتم اور سرتاج تھا یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے وقت تمام نبوّتیں ختم ہو چکی تھیں۔ اور کُل ضرورتیں جو نبوتوں کا انجن کہلا سکتی ہیں۔ پیدا ہو گئی تھیں۔ اس لئے اب ایک ایسے جامع اور کامل کلام کی ضرورت تھی جس کی قوتِ تاثیر اور برکات لاتبدیل اور لاانتہا ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم کی ضرورتیں تھیں سارے زمانہ کی اصلاح اور کل نوع انسان کی ہدایت قرآن کریم کا مقصد تھا وحشیانہ حالت سے انسان بنانا۔ پھر انسانی آداب سے مہذب انسان بنانا تا شرعی حدود اور احکام کے ساتھ منازل زندگی طے ہوں۔ اور پھر باخدا انسان بنانا تا انسانی زندگی کا مقصد اور مدعا پورا ہو۔ اگرچہ یہ مختصر لفظ ہیں۔ مگر ان کے شعبے اور شاخیں لاانتہا ہیں۔

پھر چونکہ اُس وقت کل اقوامِ عالم اور مذاہب دُنیا کے اندر بدروشی کام کر رہی تھی۔ اور سب کے سب اصل مقصد سے دور اور مہجور تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعدادی دائرہ کی وسعت کے موافق (جو یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہہ کر بھیجا گیا تھا۔) ضروری تھا۔ کہ قرآن شریف اُن تعلیمات کا جامع ہوتا۔ جو وقتاً فوقتاً جاری رہ چکی تھیں۔ اور ان تمام صداقتوں کو اپنے اندر رکھتا۔ جو آسمان سے مختلف اوقات میں مختلف نبیوں اور راستبازوں کے ذریعہ زمین کے باشندوں کو پہنچائی گئی تھیں۔

پس قرآن مجید دائرہ استعداد محمدی کی وسعت کے موافق اپنی اعجازی تاثیرات اور برکات میں وسعت رکھتا ہے۔

غرض جو کلام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں اعجازی قوت اپنے ظرف اور استعداد کے موافق لازماً ہوتی ہے۔ اسی جہت سے قرآن مجید میں اعجازی قوت ہے اس اعجازی قوت کے مختلف رنگ اور صورتیں ہوتی ہیں۔ جن کو کسی قدر تفصیل سے جو دراصل اختصار ہی ہے۔ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

قرآن مجید نے اپنی اعجازی قوت کے اظہار کے لئے اپنے طرز اور معمول کے موافق یہ دعویٰ کیا ہے:۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

یعنی اے منکرین اگر تم اس کلام کے بارہ میں جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے۔ کچھ شک میں ہو۔ کیا مطلب! اگر تم اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے ہو۔ اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو۔ تو تم بھی ایک سورۃ جو انہیں ظاہری و باطنی کمالات پر مشتمل ہو۔ بنا کر پیش کرو۔ اور اس معاملہ میں اپنی تائید اور نصرت کے لئے اپنے مددگاروں اور گواہوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا چلا چلا کر پکارو۔ اور اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم نہ بنا سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز ہرگز تم نہیں بنا سکو گے۔ تو پھر اس آگ سے ڈر جاؤ۔ جس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں۔ یعنی بت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اس آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہیں۔ اگر دنیا میں بت پرستی و شرک اور بے ایمانی و نافرمانی نہ ہوتی

تو وہ آگ بھی افروختہ نہ ہوتی۔ گویا اس کا ایندھن یہی چیزیں ہیں۔ جو علت موجب اس کے افروختہ ہونے کی ہے

یہ **تحدی** قرآن کریم میں ایک جگہ نہیں متعدد جگہ کی گئی ہے۔ اور مختلف پیرایوں میں کی گئی ہے۔ اسی جگہ سے قرآن مجید کی **اعجازی قوت** کا نمایاں اثر شروع ہوتا ہے۔ اور یہ نمایاں فخر اور امتیاز صرف اسی کتاب مجید کو حاصل ہے۔ کہ وہ ایسی شاندار اور پُرشوکت تحدی کرتی ہے۔ کیونکہ کسی دوسری کتاب میں اس قسم کی تحدی نہیں کی گئی ہے۔ اگرچہ ہم قرآن شریف کے اس معجزہ کی بنا پر یہ ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کا کلام جو کسی زمانہ میں کسی راستبازپر نازل ہوا ہے۔ اور وہ ہند میں اترا ہو یا شام میں مشرق میں ہو یا مغرب میں اپنی نوعیت میں ضرور معجزہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کا اعجاز جس **کاملیت** اور **جامعیت** کے ساتھ **اعجازی قوت** رکھتا ہے وہ کسی دوسری میں موجود نہیں۔

جو لوگ دلیری اور بے باکی سے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ کلام الٰہی معجزہ نہیں ہو سکتا وہ بڑے گستاخ اور کوتاہ نظر ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اپنی نوعیت میں بے نظیر اور بے مثل ہے۔ پھر اس کا کلام کیوں عدیم المثل نہ ہو؟

کیا یہ سچ نہیں۔ کہ دنیا میں مصنوعات اور ایجادات میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ آج تک کوئی مدبر اور موجد قادر نہیں ہو سکا۔ کہ وہ ایک کیڑے کا پاؤں ہی بنا دے۔ یا ایک تنکا ہی بنا کر دکھا دے

و للہ در من قال ؎

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نرا کلام یا الفاظ کا اشتراک قرآن مجید یا کلام الٰہی کی اعجازی

حیثیت پر موثر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے اس کی شان میں کچھ فرق آتا ہے؟
جیسے عام اشیاء میں مراتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر کلام میں بھی مراتب ہوتے ہیں۔
جس طرح پر دوسری تمام چیزوں میں باہم امتیاز اور فرق ہے۔ اسی طرح پر کلام کے بھی
مدارج ہوتے ہیں۔ جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو احادیث کے ذریعہ ہم تک پہنچا
ہے۔ باوجودیکہ وہ لعل تاباں ہے۔ اور دوسرے تمام انسانوں اور انبیاء علیہم السلام کے
کلام سے بالاتر اور عظمت میں بے نظیر ہے۔ پھر بھی خدا تعالیٰ کے کلام سے برابری نہیں
رکھ سکتا۔ تو کلامِ الٰہی اور کلام کو کیا نسبت ہے؟
یہ امر بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید کی **اعجازی قوت** یا اس کے معجزات کو
ہم چار قسم میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ معجزات عقلیہ۔ معجزات علمیہ۔ معجزات برکات روحانیہ
اور معجزات تصرفات خارجیہ۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل کی جاوے۔ تو ہر ایک پر
ایک مبسوط اور مفصل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اور میں اپنے اس مضمون کو لمبا نہیں
کر سکتا۔ کیونکہ اقتضاء وقت یہ نہیں۔

غرض

جو کچھ میں نے ابھی تک بیان کیا ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی امر ہے۔ جس سے کوئی انکار نہیں
کر سکتا۔ کہ قرآن مجید **معجزہ** ہے۔ لیکن میں اس کے سوا جو وجوہ اعجاز ہیں ان پر ایک نظر کرنی
چاہتا ہوں۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ قرآن مجید اپنی اعجازی طاقت میں بے نظیر ہے اس کے
متعلق جو آیات میں نے بطور تحدی پیش کی ہے۔ اس کی تصریح پر آگے چل کر کچھ کہوں گا۔ سر دست
ایسے امور پیش کرتا ہوں۔ جو بجائے خود بدیہات میں داخل ہیں۔ اور جن کے ماننے سے کسی کو
بھی انکار نہیں ہو سکتا۔
۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ **خاتم النبیین**
ہیں۔ یہ لفظ بالطبع دلالت کرتا ہے۔ اور اس لفظ کی بناوٹ اور فطرت چاہتی ہے کہ وہ کتاب

جو ایسے جلیل الشان رسول پہ نازل ہو۔ وہ بھی خاتم الکتب ہو۔ اور سارے کمالات کی وہ جامع ہو۔ اب یہ بات نرے دعویٰ ہی کے رنگ میں نہیں رہی۔ بلکہ ایک ثابت شدہ صداقت کی صورت رکھتی ہے۔ کہ وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

میں نے اس مضمون کے شروع میں کہا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کلام جس حیثیت اور قوت کے انسان پر نازل ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کلام کی اعجازی قوت کام کرتی ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ یہی ہے۔ کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اور تزکیہ نفس اس انسان کا ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے کلام کا مورد ہوتا ہے۔ اسی قدر قوت۔ شوکت اس کلام میں ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی اس درجہ اور مقام پر ہے۔ کہ آج تک اور پھر قیامت تک کوئی انسان اس مرتبہ اور مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام صحائف اور پہلی کتابوں سے ایسے اعلیٰ اور ارفع مقام پر واقع ہے۔ جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ امر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ ایک ظاہر امر ہے۔

کسی دوسری قوم میں کسی دُور دراز ملک میں جہاں اس کے جاننے والے کوئی نہ ہوں جہاں اس کے افعال اور اعمال سے کوئی واقف نہ ہو۔ ایک شخص کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ میں ایسا نیک اور صاحب کمال ہوں۔ اور ممکن ہے کہ ایسے دعویٰ کے وقت نمائشی طور پر وہ ایسے عادات اور خصائل کا اظہار بھی کرے۔ جو بظاہر نیکی کی نمود اپنے اندر رکھتی ہوں لیکن اس زمین میں جہاں بچہ بچہ اسے جانتا ہے۔ جو اس کا اپنا وطن اور پیدا ہونے کی جگہ ہے جہاں وہ بڑھا اور جوان ہوا ہے۔ جہاں اس کے ساتھ کھیلنے والے اور اس کی عادات اور حرکات کے جاننے والے موجود ہیں۔ ایک شخص کا ایسا دعویٰ کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اور نہ جرأت اور دلیری سے کوئی کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے۔ مگر آؤ! میں تمہیں وادی عرب کے

ایک جری اور مزکی النسان (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کی تحدّی سُناؤں۔

عرب جس قسم کی بے باک اور آزاد نیشن تھی۔ اس کے لئے مجھے کسی تاریخی ثبوت کے پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مسلّم امر ہے۔ ان میں جس قسم کی حریت اور صاف گوئی تھی۔ دُنیا کی کسی قوم میں شائد اب تک بھی پیدا نہیں ہوئی۔ ایسی قوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر اپنے وقت پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور اور ہادی ہو کر اس اکھڑ اور بے باک قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اور ان کی محبوب ترین چیز یعنے مذہب پر حملہ کرتے ہیں۔ اس حملے کے بعد آپ کی مخالفت اور دُشمنی میں جو طوفانِ بے تمیزی پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک ظاہر امر ہے۔ ایسی حالت میں اس قوم کو تحدّی کر کے کہتے ہیں۔

وقد لبثت فیکم عمراً اللہ تعقلون من قبلہ افلا تعقلون

یعنی میں نے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصّہ جو چالیس سال کا ایک لمبا عرصہ ہے گذارا ہے کیا کوئی تم میں ایسا ہے کیا کوئی تم میں ایسا ہے کہ مجھ پر کسی قسم کا عرفی اعتراض میرے چال چلن کے متعلق کر سکے اور اگر نہیں تو پھر تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہ دعویٰ معمولی دعویٰ نہیں۔ خصوصاً جبکہ دعویٰ کرنے والے کی پوزیشن اور اُس کے حالاتِ ملک اور ان حالات کا اندازہ کر لیا جاوے۔ جن میں وہ اس دعویٰ کے وقت محصور تھا۔

اس تحدّی پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ چال چلن اور اعلیٰ درجہ کی مطہر فطرت کے ثبوت میں کی تھی۔ اہل مکّہ نے کیا جواب دیا؟ عرب جاہلیت کی کوئی تاریخ ہمیں نہیں بتا سکتی۔ کہ کسی ایک متنفس نے بھی آپ کے اس دعویٰ کی تردید کی ہو۔ اور تردید ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ بلکہ عرب جاہلیت کی تاریخ ایک اور واقع کا پتہ دیتی ہے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مکّہ کو کوہ صفا پر چڑھ کر کہا۔ اور بُلا کر انہیں آنیوالے عذاب سے آگاہ کیا۔ اس سے پیشتر کہ آپ تبلیغ کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کرتے۔

آپ نے اُن تمام عمائد مکہ اور دوسرے لوگوں سے جن میں ہر قسم کے لوگ تھے - یہ پوچھا ہے

اے آل غالب تم مجھے صادق سمجھتے ہو یا کاذب؟

آپ کے اس سوال پر سب کے سب متفق اللفظ ہو کر بولے کہ نہیں۔ آپ ابتدا سے **صادق اور امین ہیں**۔

اس جرائت اور دلیری کے ساتھ اپنے مخالفین اور معاندین سے **پوچھنا** کسی ایسے انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ جو انسانی کمزوریوں کا نخچیر لاغر ہو۔ بلکہ فی الواقعہ اعلیٰ درجہ کے مطہر اور مزکی اور صادق کا کام ہو سکتا ہے۔

یہ واقعہ تاریخ عرب جاہلیت میں موجود ہے۔ اور وہ تحدی قرآن مجید میں اب تک **موجود** ہے۔ کیا اس کو پڑھ لینے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **قوت قدسی** اور **کمال باطنی** پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس اس **کمال** اور **خوبی** کے انسان پر جو کلام نازل ہو۔ اُس کے **کمال** اور اعجاز کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔

پھر اسی تحدی پر بس نہیں۔ قرآن مجید ایک دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشد اور سعادت کے انتہائی نکتہ پر پہنچے ہوئے ہونے کے لئے اسطرح پر شہادت دیتا ہے۔

ما ضلّ صاحبکم وما غوٰی

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس نے تمہارے درمیان اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گذارا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ **تمہارا صاحب ہے** یعنے تم اُس کے حالات سے واقف ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہنے والا ہے۔ وہ کبھی ایک آن کے لئے بھی **ہدائت** کی راہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا یہ آئت **معاندین اسلام** کو مکہ میں سُنائی گئی۔ اور انہوں نے اسے بخوبی سُنا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں موقعہ پر یہ امر خلاف ہدائت ہوا ہے۔

اسی طرح پر اگر اس سلسلہ میں میں چلا جاؤں۔ تو شاید یہ مضمون بہت ہی بڑھ جاوے میں اس پر اس لیکچر میں کسی قدر کھول کر بحث کی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ جو سیالکوٹ کے جلسہ پر

صاحبِ خلق عظیم کی سیرۃ کا ایک ورق

کے مضمون پر دینا چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

غرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے۔ اس لئے اس مقام اور مرتبہ کمال پر جو کلام آپ پر نازل ہوا۔ جس کا نام قرآن مجید ہے۔ وہ بھی ہر کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ جس طرح پر نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین قرار پائے۔ اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ اور جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ اُن سب کے اعتبار سے آپکی کتاب انتہائی نکتہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت اور کیا باعتبار ترتیب مضامین۔ کیا باعتبار تعلیم۔ کیا باعتبار ثمرات تعلیم غرض جس پہلو سے دیکھو۔ اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال اعجاز نظر آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اپنی اعجازی تحدی اور چیلنج میں کسی خاص امر کو محدود نہیں کرتا۔

بعض لوگوں نے قرآن کریم کی اس اعجازی تحدی کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ فصاحت و بلاغت میں مقابلہ کر کے اس کی نظیر لاؤ۔ مگر میں کھول کر کہہ سکتا ہوں۔ سُننے والے سُنیں اور سوچنے والے سوچیں کہ

ایسا دعویٰ قرآن کریم کی ہتک ہے!

یعنی قرآن مجید کے اس چیلنج کو ایک امر میں محصور اور محدود کر دینا اللہ تعالیٰ کے کلام کی سخت بے ادبی اور ہتک ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ چیلنج پر غور کرو۔

وہ من مثلہ کہہ کر کسی شاخ اور شعبہ کو مقید اور محصور نہیں کرتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کا بیان کرنے والا کسی خاص فن میں اپنی مہارت اور معر اولت پر لحاظ کر کے نہیں کہتا۔ کہ فلاں شعبہ میں میرا مقابلہ کرو۔ بلکہ من مثلہ کہہ کر اول تو یہ کہا۔ کہ بہیئت مجموعی مقابلہ کرو۔ یا بہیئت انفرادی اور جس حصہ اور شعبہ میں چاہتے ہو۔ کرو۔

مقابلہ ہیئت انفرادی کے لئے من مثلہ میں من کا لفظ اشارۃ النص کے طور پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ بتاتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو لا انتہا عجائبات ہیں۔ اور وہ بیشمار اعجازی اوصاف پر مشتمل ہے۔ اُن میں سے خواہ کسی میں بھی مقابلہ کرو۔ تم ناکام اور نامراد رہو گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کا لانے والا کس دلی شعور اور بصیرت کے ساتھ دنیا کو چیلنج کرتا ہے۔ کہ اس کا مقابلہ کرو۔ اگر کوئی خاص امر مقابلہ کے لئے مدنظر ہوتا تو کیوں اس کی صراحت نہ کی جاتی۔ اور فی الواقعہ اگر قرآن کریم کسی ایک امر میں ہی دعویٰ کرتا تو یہ دعویٰ کوئی وقعت نہ رکھ سکتا۔

اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ اس فن میں کمال پیدا کرنے کے بعد چیلنج کر دیا گیا۔ لیکن نہیں یہاں ایک خاص بات مدنظر ہی نہیں۔

کیونکہ فرمایا ہے وادعوا شہداء کم۔ کوخاص امر پیش نظر ہوتا تو کہا جاتا۔ وادعوا شعراء کم یا بلغاء کم وغیرہ۔ اور شہداء کم کے لفظ میں ایک یہ بھی سر ہے۔ کہ شہداء یعنے مشہود آیا ہے۔ یعنے ہر ایسا شخص جو تمہارا مشہود اور مشار الیہ ہے۔ یا جس

شخص کو جس جس علم یا فن میں درک یا حکومت حاصل ہے۔ وہ آئے۔ تکلّم میں ہو شعر میں ہو۔ نثر میں ہو۔ فلاسفر ہو۔ غرض کسی بات میں پوری دسترس رکھتا ہو۔ اس طرح پر تم اپنے تمام ایسے لوگوں کو بلاؤ۔ اور قرآن کریم کا مقابلہ کر کے دکھاؤ۔ پھر دیکھ لو۔ کہ خدا تعالیٰ کی زبردست ہستی کا ہاتھ کس کی تائید کرتا ہے۔

صاحبان! میں پھر یہ کہنے کے لئے اپنے اندر جوش پاتا ہوں۔ کہ دنیا کی کل کتابوں کو جو ہادیان مذہب نے دی ہیں۔ پڑھو۔ اگر پڑھ سکتے ہو۔ اور ان تمام مراسلات اور ملفوظات کو جو دنیا مذہب کے نام سے پیش کر سکتی ہے۔ پڑھو۔ اور پھر بتاؤ۔ کہ کیا ایسی زبردست اور دل کو ہلا دینے والی تحدی کسی کتاب نے کی ہے؟

یہ کتابیں مشرق والوں کی ہوں یا مغربیوں کی سنسکرت میں ہوں یا عبرانی میں یا کسی اور زبان میں۔ مگر میں بڑے شعور اور بصیرت سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ کسی ایک کتاب میں بھی ایسی تحدی یا چیلنج پیش نہیں کر سکیں گے؟

بعض احمقوں نے قرآن کریم کی اس تحدی کو سن کر جب کوئی جواب نہیں آیا نہایت نادانی سے یہ کہا ہے۔ کہ متنبی اور حریری ایسی ہی تصانیف ہیں۔ جو قرآن کریم کا مقابلہ کرتی ہیں۔

میں ایسے بدقسمت لوگوں کو کیا کیا کہوں۔ جو بیگانی چھاچھ پر مونچھیں منڈوا لیتے ہیں۔ اگر وہ اتنا سوچنے کی تکلیف گوارا کرتے۔ کہ کبھی متنبی اور حریری کو خود تو یہ خیال پیدا نہ ہوا۔ کہ ان کی تصانیف قرآن کریم کے ہمپایہ ہو گئی ہیں۔ تو پھر ان کا (جو زبان اور اس کی خوبیوں اور کلام اور اس کے وجوہ اعجاز کے سمجھنے سے بھی عاری ہیں) کیا حق ہے کہ وہ متنبی یا حریری کو مقابلہ کے لئے لا کھڑا کریں۔

مدعی سست گواہ چست

وہ خود تو قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت کے قائل اور عاشق رہے۔ مگر اب اس قدر مرور زمانہ کے بعد اُن کے نادان دوست اور احمق قدردان پیدا ہو گئے۔ جو انہیں قرآن مجید کے مقابلہ کے لئے لاتے ہیں۔

عرب کی تاریخ اس تحدی کے جواب سے قاصر ہے۔ اور تیرہ سو سے زیادہ عرصہ سے یہ تحدی ہو رہی ہے۔ اور اب دنیا اس کے **معارضہ** سے عاجز ہے۔ اور پھر ایسی زبردست **اعجازی قوّت** کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ سوچ کر بتاؤ۔ اگر بتا سکتے ہو۔ مگر میں کہتا ہوں یاد رکھو۔ کہ یہ تحدی اسی طرح پر چلی جائیگی۔ اور کوئی نہ ہوگا۔ جو اس کے **معارضہ** میں کچھ پیش کر سکے۔ یہ عظیم الشان تحدی جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے۔ کسی خاص شعبہ میں نہ تھی بلکہ عام تھی اور ہے۔

غرض

قرآن شریف ایک کامل اور زندہ جاوداں ابدی **اعجاز** ہے۔ اور ایسا **اعجاز** کہ لا نظیر لہٗ۔

میرے دوستو! قرآن کریم کے اعجاز کے ساتھ آپ اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ **کلام** کا معجزہ ایک ایسا معجزہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کبھی اور کسی زمانہ میں پرانا نہیں ہو سکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر اپنا قابو پا سکتا ہے۔

دُنیا میں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت گذری ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت پر ضرورتِ وقت کے لحاظ سے نشانات دیئے۔ لیکن اگر آج ہم ان کو دیکھنا چاہیں تو کہاں ہیں؟ وہ باوجود اس کے خدا تعالیٰ کی زبردست آیات اس وقت کے لئے تھیں۔ اور ان کے ذریعہ اُن کے مخالفین پر حجت پوری ہوئی۔ اور اُن کے متبعین نے اپنے ایمان میں **رسوخ** اور ترقی حاصل کی۔ مگر

صاحبان! میں اس حق کے کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں کھاتا

کہ آج وہ ایک کہانی سمجھے جاتے ہیں

اس لئے کہ فنا کا قابو ان پر چل گیا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ اعجازی عصا آج کسی یہودی فقیہ اور فریسی کے گھر میں ہے اور کوئی ربی اسے دکھا سکتا ہے۔ وہ مسیحی کرشمے جن کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ کہیں اپنی چمک دکھا سکتے ہیں؟ متفق اللفظ ہو کر ہم سب کو کہنا پڑیگا۔ کہ نہیں۔ ایسی حالت اور صورت میں میرا یہ کہنا کہ وہ اب داستان گزشتہ ہے بے جا نہیں۔ مگر

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے **اعجازی نشانات اور خوارق** ایسے ہیں۔ کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ اور اس لئے یہ ہمیں ہی حق حاصل ہے کہ

زندہ نبی کے زندہ اعجاز

پیش کرتے ہیں اور ان سب میں قرآن کریم کا اعجاز ہے۔ جس کی تعلیم زندہ ہے۔ کیونکہ اس کے **ثمرات اور برکات** اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے۔ دوسری کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے۔ جس پر عمل کرنے والا یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں ایک آیت اللہ ہوں۔

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ اس تحدی میں جو ابھی میں نے قرآن مجید سے پیش کی ہے۔ ایک عظیم الشان شوکت ہے اور دوسری کتابیں اس تحدی سے عاری ہیں؛ یہاں بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں دوسری کتابوں میں جو خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھیں یہ تحدی نہیں کی گئی؟

اس کا جواب یہی ہے۔ کہ چونکہ قرآن کریم کل دنیا کے لئے آیا۔ اور ہمیشہ کے لئے آیا۔ جس عرصہ دراز میں دنیا میں بڑی بڑی مناظرہ کرنے والی قومیں پیدا ہو جائینگی

اس لیئے اس عظیم الشان تحدی کو اسمین رکھدیا تا کہ معلوم ہو کہ ایسی تحدی کرنے والا انسان ضرور اپنے قوی اور اپنی ہستی کی بنا پر بھروسہ کرکے دنیا کو ایسا بارعب چیلنج نہیں دیسکتا جبتک وہ اللہ تعالی کی زبردست اور فوق الفوق ہستی کیساتھ تعلق نہ رکھتا ہو اور جب ہم اس تحدی کے بارعب الفاظ کو دیکھتے ہیں تو اس میں خود یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے اس میں صاف لکھا ہے وادعوا شھداءکم من دون اللہ،

من دون اللہ میں یہ لطیفہ ہے کہ اس تحدی کے کرنیوالا تو اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور تم اسکے مقابلہ میں تمام دنیا کو بلا لو گویا اس میں اس شعور قلبی اور اس بصیرت کو دکہانا مقصود تہا جو ہمارے سید و مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نسبت تہی کہ اللہ تعالے کیطرف سے ہی ہم ہیں۔ اسکے ساتھ ہی شاید اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی غرض تو انسان کو اخلاقی اور روحانی تعلیم دینا تہا۔ اور یہی امر اسکا مقصود بالذات تہا۔ پہر ایسی تحدیاں بیسیوں جگہ کیوں اسکے اندر رکھی گئی ہیں؟

بظاہر یہہ سوال عجیب اور ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا غور اور فکر سے کام لیں تو یہ عقدہ آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ کوئی تعلیم چل نہیں سکتی اور کسی حکم کو قابل تسلیم نہیں کرسکتے جب تک اس حکم اور تعلیم کیساتھ مقتدرانہ رعب اور جلال نہو۔ اس جلسہ کیلیئے ایک اعلان کیا گیا اور عوام الناس کو اطلاع دیگئی کہ وہ یہاں آئیں مگر کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں سب کے سب موجود ہیں ہرگز نہیں اسکی وجہ کیا ہے؟ لوگ جانتے ہیں کہ اس اعلان کی تعمیل نہ کرنے سے ہمارا کچھ بگڑ نہیں سکتا اور اشتہار دینے والے کو کوئی قوت اور قدرت نہیں جو اس خلاف ورزی پر ہمیں سزا دیسکے برخلاف اسکے اگر کوئی سرکاری پیادہ ایک لغو کاغذ پر چہپا ہوا اگر وہ ہمیں کسی کے پاس سے لائے تو اسکی پشت پر حاضری کی اطلاع کرنی ہی لازم نہیں بلکہ تاریخ حاضری پر کچھ ہی کیوں نہو حاضری کی کوشش کیجاتی ہے؟ یہہ کیوں اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر اسکی تعمیل نہ کی تو جان ومال اور آبرو پر آفت آجائیگی۔ ہم سے یہ خوبی سمجھ میں کہ انسانی فطرت میں یہہ بات رکھی گئی ہے کہ جبتک ایسا رعب اور جلال اقتدار

نہ ہو وہ کسی حکم کے ماننے کو طیار نہیں ہوتا اسلیئے قرآن کریم نے تعلیم کیساتھ ساتھ منذرانہ
پیشگوئیاں بھی کی ہیں اور جلالی اور قہری نشانات سے ڈرایا ہے اور ایسے مقامات
پر اللہ تعالٰے نے اپنے پر شوکت جلالی اسماء ذوانتقام العزیز الغالب القہار وغیرہ
کو استعمال کیا ہے تاکہ انسان کے دل میں جو فطرتاً بارعب احکام کی تعمیل کرنی
چاہتا ہے۔ تعمیل اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا ہو اگر یہ بات نہوتی تو پھر ایسی تعلیم چل سکتی
ہی نہیں تھی اور فلاسفروں کی تمہیدیوں سے بڑھکر اس تعلیم کی وقعت نہ ہوتی!

غرض

ہم خدا تعالٰے کے کلام کو کامل اعجاز مانتے ہیں اور ایسا کرنیکے لیئے ہمارے پاس
قوی اور کافی وجوہات ہیں ہم یہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ قرآن شریف کا کوئی امر
پیش کریں وہ بجائے خود معجزہ ہے

اس اعجازی قوت میں فصاحت بلاغت کے حصہ کو یہاں بیان کرنے کی
چنداں ضرورت نہیں دوسرے وجوہ اعجاز کو میں پیش کرتا ہوں۔ مثلاً اسکی تعلیم
ہے قرآن مجید کی تعلیم کو اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ وہ ایسے حکیمانہ نظام
اور فطرتی تقاضوں کیموافق واقع ہوئی ہے کہ کوئی دوسری تعلیم اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی
اور قرآن شریف کی تعلیم کو ہم پہلی ساری تعلیموں کا متمم اور مکمل پاتے ہیں میں ضرورت
نہیں دیکھتا کہ قرآن شریف کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو یہاں دکھاؤں کیونکہ اس
صورت میں یہ مضمون بہت بسط چاہتا ہے اور میں پہلے سے اختصار کو مدنظر
رکھتا آیا ہوں اسلیئے صرف چند باتیں اسباب میں کہونگا۔

میں نے یہ کہا ہے کہ قرآن کریم کے مدنظر کل نوع انسان ہے اور اسکا زمانہ دراز ہے
اسلیئے وہ توریت یا انجیل کی طرح قانون مختص اتمام کیطرح تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسکی تعلیم
عالمگیر اور حکیمانہ طریق پر واقع ہوئی ہے۔ قرآن مجید اور دوسری کتابوں کی تعلیم

مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ قرآن مجید جو دعوی کرتا ہے کہ اسکے دلائل ساتھہ بیان
کرتا ہے اور جو تعلیم دیتا ہے اسکے وجوہات اور فوائد کو ساتھہ ہی بیان کرتا ہے اور
اسکے بیان مین ایک ترتیب اور نظام محکم ہوتا ہے۔ اور وہ تمام انسانی قوی کی
سیری اور پرورش کو مدنظر رکھتا ہے۔ مثلاً توراۃ کی تعلیم کو ہم غور سے پڑہین۔ تو
اس مین قصاص اور بدلہ پر بہت زور دیا ہے اور اسکے بالمقابل انجیل کو دیکھنا
تو اس مین عفو اور درگذر کی تعلیم کثرت سے ہے اسی طرح ہر باب اور ہر معاملہ
مین توریت کی تعلیم مین افراط اور انجیل کی تعلیم مین تفریط کا اصول کام کرتا
ہوا دکھائی دیگا مگر قرآن مجید مین ہر موقع اور محل پر حکمت اور وسط کی تعلیم دی ہے
جہان دیکھو اور جس محل پر نظر کرو قرآن کریم کی تعلیم محل اور موقع کے موافق ہوگی۔
اس لحاظ سے ہم جرأت سے کہہ سکتے ہین کہ قرآن کریم ہی نے صرف فطرت انسان کے
تقاضے کے موافق تعلیم دی ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ چونکہ توریت اور انجیل کی تعلیم افراط اور تفریط کے مقام پر
ہے اسلیئے وہ خدا تعالی کی طرف سے نہین، یہ اسکی غلطی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ
وہ دونو تعلیمین قانون مختص المقام کی حیثیت رکھتی ہین اسلیئے انہین دوسری پہلوؤن
کو مدنظر نہین رکھا گیا اور قرآن کریم چونکہ کل دنیا کے لئے تہا اسلیئے اسمین ساری پہلوؤن کی
رعایت ضروری تہی اور اسی لیئے اسکا نام حکمت ہے کیونکہ حکمت کے معنی ہین وضع
الشئ فی محلہ یعنے کسی چیز کو اسکے محل پر رکہنا۔ مینے ابہی لکھا ہے کہ توریت مین قصاص
پر اور انجیل مین درگذر پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید اسکے بالمقابل کیا تعلیم دیتا ہے

سنو! جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ یعنے بدی کی
سزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص معاف کردے مگر اس معاف کرنے مین اصلاح مقصود
ہو اسکا اجر اسکے اللہ کے پاس ہی!

اب اس تعلیم پر غور کرو نہ یہ توریت کی طرح انتقامی سپرٹ رکھتی ہے اور نہ ایسے درگذر پر زور دیتی ہے جو بسا اوقات خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتا ہے۔ بلکہ اسکے اندر حکیمانہ نظام ہے۔ اب اگر انجیل کی تعلیم ہی پر عمل کیا جاوے اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دیتے یا ایک کوس بیگار لے جانے پر کوئی دو کوس چلا جائے تو تباؤ سیاست مدن کا کوئی اصول قابل عملدر آمد ہو سکتا ہے؟

ہماری گورنمنٹ کا عملی طور پر مختلف محکموں کا قائم کرنا اور عدالتوں کا کھولنا اور دشمن سے حفاظت کیلئے فوجوں کا رکھنا اور مستحکم قلعوں کا بنانا وغیرہ وغیرہ جسقدر امور ہیں انجیل کی تعلیم کے مخالف ہیں اسلئے کہ انجیل کی تعلیم کے موافق کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔

ایسے ہی قرآن مجید نے تقوی اور طہارت کیلئے جو راہ بتائی ہے دوسری کتابیں اور تعلیمیں اس امر میں اسکے مقابلہ سے تہیدست ہیں مثلاً قرآن مجید تو اپنی غایت ہی یہ بتاتا ہے کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنے قرآن مجید کے نزول کی غرض یہ ہے کہتا جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں انکو باریک سے باریک گناہوں پر بھی اطلاع دیجاوے اور وہ ان سے بھی پرہیز کریں جو ہر ایک آنکھ کو نظر نہیں آتے بلکہ معرفت کی خوردبین سے نظر آتے ہیں اس غرض کیلئے انجیلی تعلیم یہ ہے کہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اسکے ساتھ زنا کر چکا یہ تعلیم بظاہر خوش کن اور اعلیٰ درجہ کی معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے پھر بھی تو اتنا نکلتا ہے کہ شہوت کی آنکھ سے اگر نہ دیکھے تو یونہی دیکھ لینا۔ شاید برا نہیں مگر قرآن مجید اس سے بہت بلند تر مقام پر انسان کو لیجاتا ہے اور کہتا ہے کہ نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورت کے منہ پر ہرگز نظر نہ ڈال اور انکی باتیں مت سن اور انکے حسن کے نقشے مت سن کہ ان امور سے پرہیز کرنا تجھے ٹھوکر سے بچائیگا جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم

یعنی مومنوں کو کہدو کہ نامحرم کو دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنے کانوں اور دوسرے ستر گاہوں کی حفاظت کریں یعنے کان کو بھی انکی نرم باتوں اور انکی خوبصورتی کے قصوں سے بچاویں کہ یہ سب طریق ٹھوکر کھانیکے ہیں اب مقابلہ کرکے دیکھو کہ زیادہ مفید اور موثر اور قابل عفت کی طرف لیجانیوالی اول الذکر تعلیم ہے یا آخری؟

اس مثال کے ذریعہ آپکو یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم کو کسطرح مدلل اور مولکد کرتا ہے توریت میں دعوے کے دلائل خود تلاش کرنے پڑتے ہیں اور قرآن مجید خود پیش کرتا ہے اور ایسے طور پر کہ بے اختیار انسان سر تسلیم خم کرتا ہے یہ بالکل سچی بات ہے کہ قرآن مجید نے قویٰ کی برداشت اور حوصلہ سے بڑھکر کسی قسم کی شرعی تکالیف کا جوڑ انسان کی گردن پر نہیں رکھا چنانچہ فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام ایسے نہیں جنکی بجاآوری انسانی طاقت سے باہر ہو اور نہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک شریعت کو اسلیے دنیا میں نازل کیا ہے کہ اس پر عمل نہ ہوسکے عیسائیوں نے معاذ اللہ شریعت کو لعنت کہکر اپنی سخت نادانی اور گمراہی کا ثبوت دیا ہے اور یہ لعنت انہیں صرف یسوع کی لعنتی موت اور فسق و فجور کی اباحت کے لیے خریدنی پڑی ہے کیونکہ انہوں نے کفارہ کے فلاسفر اور گناہ مسئلہ کے ماننے اور منوانیکے لئے تمام راستبازوں کی ذلیل اور بے ادبی کر دکھایا ہے اور اسی وجہ سے انہیں کہنا پڑا کہ شریعت معاذ اللہ لعنت ہے اور کوئی شخص نہیں جو شریعت کی تابعداری اور بجا آوری کرسکے اس اعتقاد کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہیں کہ خدا تعالےٰ نے نعوذ باللہ شریعت کو بھیجکر ایک لغو کام کیا ہے پس قسم اور تف ہے ایسے اعتقاد پر انکا مذہب معدوم!

غرض - قرآن کریم کا تعلیمی اعجاز یہ ہے کہ اول اسکی تعلیم محل اور موقعہ کے لحاظ سے

حکیمانہ نظام اپنے اندر رکھتی ہے دوم قرآن کریم کی تعلیم برخلاف دوسری کتابوں
کے مدلل اور مبرہن ہے سوم ہر حکم معلل باغراض و مصالح ہے چہارم انسانی فطرت
کے تقاضے کو پورا کرنیوالا ہے اور معقول ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں تاکید ہے کہ
عقل فہم تدبر فقاہت اور ایمان سے کام لیا جاوے اور قرآن کریم اور دوسری
کتابوں میں یہ ایک بین مابہ الامتیاز ہے اور کسی کتاب نے اپنی تعلیم کو عقل اور تدبر کی
دقیق اور آزاد نکتہ چینی کے آگے رکھنے کی جرات ہی نہیں کی! اور انجیل خاموش
کے حامیوں نے تو اسکے عقاید اور احکام اور تثلیث و کفارہ وغیرہ کو بڑی ہی ہوشیاری اور
چالاکی سے یہ جگہ دیدی ہے کہ انسانی عقل انکی کنہ تک رسائی کا فخر حاصل ہی نہیں کرسکتے۔
مگر برخلاف اسکے قرآن مجید میں باربار افلا تدبرون افلا تعقلون وغیرہ تاکیدات
آپ پائینگے مختصر یہ کہ قرآن مجید اپنی تعلیمی اعجاز میں ہی وہ قوت اور شوکت رکھتا ہے۔ کہ
دوسری کتابیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہیں شاید کوئی کہے کہ میں اسی مقابلہ میں توریت
اور انجیل کا تو ذکر کیا مگر وید کا ذکر نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ وید ایک ایسی کتاب ہے جسکو
اسکے ماننے والوں نے ہمیشہ تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور اگر اسکے مضامین پردہ
سے کچھ باہر نکلے بھی ہیں تو انمیں جو تعلیم دیگئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی ذات اور نوع انسان کے
متعلق ایسی شرمناک ہے کہ اسکا بھول جانا اسکے ذکر کرنیسے بہتر ہے اسلیئے میں اسکو کسی مقابلہ کے
قابل نہیں سمجھتا قرآن کریم کے تعلیمی اعجاز کے ضمن میں اسکی تاثیرات اور برکات کے اعجاز
ہیں اور فی الحقیقت یہ قرآن مجید کی باطنی اور نفسی خاصیتیں ہیں اور اس قسم کے معجزات
بباعث دائمی شہود اور وجود کے قوی الاثر ہوتے ہیں جنکو ہر طالب صادق اپنی آنکھوں سے دیکھ
سکتا ہے قرآن کریم کو سب سے پہلے سننے والے اور اسپر عمل کرنیوالے تھے یہ ایک تاریخی واقعہ ہے
جو دنیا کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

قرآن مجید کے نزول سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی۔ اور عملی اور اعتقادی طور پر وہ کس

قسم کی ظلمت اور تاریکی میں مبتلا تھی یہ قرآن مجید کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہی وہ لوگ وحشیوں اور درندوں کی طرح ایک زندگی بسر کرتے تھے اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے محض بیخبر تھے اور سینکڑوں برس سے بت پرستی اور دیگر خیالات ناپاک میں مبتلا تھے فسق فجور میں مبتلا تھی مختصر یہ کہ کونسا گناہ اور جرم تھا جس کے وہ عادی نہ تھی۔ عیاشی بدمستی شراب خوری اور قمار بازی وغیرہ کے فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا چوری قزاقی خونریزی دختر کشی اور یتیموں کا مال کھانے اور بیگانہ حقوق کو دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا انکے لیے معمولی بات تھی غرض ہر طرح کی بری حالت اور ہر ایک قسم کا اندھیر اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عرب کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ متعصب اور معاند مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے؛

پھر اسکے بعد قرآن کریم کی تعلیم اور نبی رؤف الرحیم کی صحبت نے ان میں کیا تاثیر پیدا کی اور انکی حالت کو کیسے بدل دیا یہ بھی چھپی ہوئی بات نہیں وہ لوگ جو جہالت میں مشہور تھے۔ وہ اس زمانہ کی معروف اور مسلم عالم اور مہذب قوموں کے اوستاد بن گئے وہ جو دنیا کی تاریخ میں بھول جانیکے قابل قوم تھی ربع مسکون کے ہر گوشہ میں ان کی تاریخی اوراق پھیلے ہوئے ہیں وہ جو محبت دنیا میں محو تھے وہ خدا تعالےٰ کی محبت میں ایسے گم ہوئے کہ انہوں نے اپنے مال اپنی جانوں اور اپنے عزیزوں اور اپنے وطنوں کی کچھ بھی پروا نہ کی یہ دو حالتیں قرآن مجید کے پڑھنے والوں پر بخوبی روشن ہیں؛

اب غور طلب یہ امر ہے کہ وہ کیا چیز تھی کہ جسنے ایسے خارق عادت تبدیلی ان میں پیدا کی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس طیبہ کی برکت اور تاثیر اور قرآن مجید کی زبردست اعجازی قوت تھی جس نے انکو ایسا بدلا دیا ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی آدمی اسکی نظیر نہیں بتلا سکتا۔ اخلاقی تعلیم دنیا اور چیز ہے۔

اسپر عملدرآمد کرلوینا اور بات ہے دنیا کی تمام کتابیں ایسی لانظیر تاثیر کے پیش کرنیسے عاری ہیں
وید تو پہلے ہی سے تہیدست ہے اور ایک آدمی بھی بطور نظیر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کہ
جس نے وید کی تاثیرات سے کمالات باطنی کا فیض حاصل کیا ہے اور ایسا تزکیہ نفس اور
تصفیہ قلب کیا ہے ضمناً بات آگئی ہے اور اسلیئے مجھکو کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب کی
قدسی تاثیرات کے ذریعہ کمال حاصل کرنا تو درکنار یہ تو خداشناسی اور تہذیب نفس کے زینہ
پر بھی انسان کو نہیں پہنچاسکتی اسکے ماننے والوں کے گلے سے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پرستش
کی لمبی زنجیر ابھی تک نہیں نکلی اور جنہوں نے زمانہ کے اثرات سے متاثر ہوکر اس زنجیر سے
سر نکالا ہے اونہوں نے اللہ تعالیٰ کی قادر قیوم ذات کے متعلق یہ تجویز کرلیا ہے۔ کہ
اُس نے اس کائنات کے ایک ذرہ کو بھی پیدا نہیں کیا اور نہ انکے خواص صفات کو
بلکہ یہ سب خود بخود ہے اور اپنی ذات میں قایم بالذات ہے اپنے قیام و بقا میں پرمیشر
کا ہرگز محتاج نہیں ؛

وید کی تاثیرات سے جب خداشناسی کا ادنیٰ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہوسکتا تو اور کیا
امید ہوسکتی ہے بہر نوع انسان کی تہذیب نفوس کے لیئے جو تعلیم بذریعہ نیوگ دیگئی ہے
میں مناسب نہیں دیکھتا کہ اس پاک مضمون کو اسکے ذکر سے آلودہ کروں روح کے
عظیم الشان تقاضاؤں میں سے نجات کا تقاضا ہے اسکے لئے وید کوئی تسلی بخش امر
پیش نہیں کرتا اور دائمی نجات اسکے ہاں رکھی ہی نہیں خواہ کوئی کتنا ہی پریمی اور بھگت
کیوں نہو اسکو ایک ایک وقت تناسخ کے چکر میں آنا پڑتا ہے۔

غرض جہاں یہ حالت اور صورت ہو وہاں **تاثیرات باطنی** کا ذکر ہی کیا؟
ایسا ہی توریت اور انجیل کی تاثیرات کا حال ہے باوجودیکہ عیسائی صاحبان کے
خود ساختہ عقیدہ کے موافق خود خدا تعالےٰ نے معوذ باللہ جنم لیا اسکی تاثیرات کامل
بلکہ اکمل ہونی چاہیئے تھیں مگر عجب بات ہے کہ جب وہ مصنوعی خدا یہودیوں کے

ہاتہوں سے پٹا تو وہ شاگرد جو بڑی محنت اور اخلاص سے طیار ہوئے تھے بہاگ گئے اور اپنے خدا اوستاد کا ساتہہ نہ دے سکے بلکہ انہین سے ہی ایک نے صرف تیس درہم لیکر اپنے خدا کو پکڑوا دیا۔ اور دوسرے نے ایسا بُرا نمونہ دکہایا کہ مجہو اسکا ذکر کرتے ہوئے بہی شرم آتی ہے شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ جس قسم کا کمزور اور بزدل خدا اونہوں نے تسلیم کیا اس قسم کی قوت اور طاقت انہین آئی اب جبکہ وہ لوگ جو خود حضرت یسوع کی فیض صحبت سے تربیت یافتہ تہے انکی یہ حالت تہی تو پہر "تا بدیگراں چہ رسد"

مگر برخلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور قرآن کریم کی قدسی تاثیرات نے جو قوم طیار کی اسکے کمالات ظاہر ہین اور یہی نہین کہ ان تاثیرات کے نمونے گذر چکے ہین بلکہ وہ ہمیشہ قایم رہتے ہین کوئی بہی ہو جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرتا ہو اسکے اندر وہ بات پیدا ہو جاتی ہے وہ محسوس کرتا ہے۔ کہ برکات الٰہی کا نزول اسپر ہوتا ہے اور مولیٰ کریم سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ اسکے انوار اور الہام دلوں پر اترتے ہین معارف اور نکات انکے منہ سے نکلتے ہین ایک قوی توکل انکو دیا جاتا ہے اور حب الٰہی مین وہ سرشار ہو جاتے ہین اس سے یہ بات کیسی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ وہ "پاک کرتا ہے" بالکل درست ہے۔ اور قرآن مجید کی نسبت جو فرمایا کہ وہ ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے بالکل سچ ہے؛

پہر قرآن مجید کے **عقلی معجزات** کا سلسلہ ہے جو بجائے خود بہت وسیع ہے قرآن مجید نے ہر ایک عقیدہ اور تعلیم کو مدلل کیا ہے اور جو شخص چاہے قرآن مجید مین اس سلسلہ کو مشاہدہ کر سکتا ہے؛

مین اس سلسلہ مضمون کو بہت لمبا نہین کرنا چاہتا اسلیئے قرآن مجید کی اعجازی قوت کے ایک اور پہلو کے بیان پر اس کو ختم کر دینا چاہتا ہون یہ پہلو قرآن کریم

کی پیشگوئیونکی فوق الفوق طاقت ہے مکی سورتوں مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سال زندگی کا نمونہ ہین۔ پر شوکت پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ انکو پڑھ کر خدا تعالےٰ کی زبردست قدرت کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور فی الحقیقت خدا تعالےٰ کی ہستی اور آخرت کے وعدون اور ان تمام امور کا جو پردہ غیب مین نہان ہین ثبوت انہین پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے یہ پیشگوئیان عظیم الشان ہین اور نہایت کثرت سے ہین مگر مین یہان ایک دو کا ذکر کرتا ہون ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عجز و انکساری کا جامہ پہنکر کہین کھڑے ہوئے اس سے بڑھکر عجز کی تصویر ممکن نہین کہ کھچ سکے اگر اس حالت مین کوئی سامان آپکو میسر تہا۔ تو اسکا پتہ دینا اس شخص کا کام ہے جو ایسا دعوےٰ کرے واقعات بتلاتے ہین۔ کہ آپ بیکسی اور کس مپرسی کا پورا نمونہ تہے والدین کا سایہ سر پر نہین کوئی رفیق اور دوست نہین سارا عرب آپکی مخالفت پر تلا ہوا ہے اور یہ مرد خدا یکہ و تنہا ان ہمہ تن شرارت اور شرک مجسم باشندوں کو ایک خدا کی طرف بلاتا اور اپنی رسالت کا دعوےٰ کرتا ہے مخالفت بہی کوئی معمولی مخالفت نہین بلکہ مذہبی رنگ کی مخالفت ہے اور پہر مذہبی اختلاف بہی کوئی رسمی اختلاف نہین تہا ایسا اختلاف کہ اس سے بڑہکر ممکن نہین الغرض وہ عجز کی تصویر ناتوانی اور بیکسی کی تصویر جو خدا تعالےٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین ہوکر آئی تہی جو ایک عرب ہی نہین بلکہ کل نوع انسان کے لیئے مبعوث ہوا ہے اس شدید مخالفت کے اثنا مین ان عربوں کو پکار کر کہتا ہے ؛

سیہزم الجمع و یولون الدبر

او حق کے مخالفو اسن رکہو کہ عنقریب وقت آتا ہے کہ ساری جماعتین نابود اور پراگندہ ہو جائیں گی ان الفاظ کی شوکت اور قوت

پر غور کرو الله ! الله ! کسقدر استقلال اور استقامت ان الفاظ مین موجود ہے ایک احمق آپ کی اس مسکینی کیحالت اور اس عظیم الشان دعوے کو دیکھ کر ہنس سکتا ہے اور تمسخر مین اڑا سکتا ہے مگر وہ نہین جانتا کہ الله تعالیٰ کی عظمت اور اس کی عزت اپنے بندون کے لیے کس طرح جوش مارتی ہے اور کس طرح پر حق کے مخالفوں کو زور آور حملوں کیساتھ اپنا چمکار دکہاتی ہے۔

غرض

اس ہمہ ناتوانی اور بیکسی کے عالم مین وہ ہادی کامل انکو پکار کر کہتا ہے کہ عنقریب جماعتون کے نیست و نابود اور پراگندہ ہونیکا وقت آتا ہے۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ اور یہ ترتیب قابل غور ہے۔

دیکھو یہان الجمع کا لفظ فرمایا ہے یعنے ساری جماعتیں پراگندہ ہوجایئں گی ہوسکتا تہا کہ الشعرار الفقرار البطال القتالون السفاک وغیرہ الفاظ اس موقع پر استعمال ہوسکتے تہے مگر قرآن کریم نے کوئی خاص لفظ اسلیئے استعمال نہیں کیا تاکہ کوئی خاص گروہ استعمال مراد ہو جاوے یہ اس صورت مین ممکن تہا کہ کہنے والے کو اپنی ہی قوت پر بہروسہ ہوتا مگر یہان وہ بات نہین وہ اپنی ذات مین کچھ بھی نہین ایک عاجز و بیکس انسان اسکی نظر آسمان کی وحی پر ہے اور خدا تعالےٰ کی قدرتوں کے وہ فوق الفوق نظارے اس کے سامنے مجسم ہو کر پھر رہے ہین اگر وہ رسول اپنے خیال اور دلی جذبہ سے رسالت جیسا عظیم الشان دعوے کر بیٹھتا اور وہ قطع نظر اس بات کے کہ جھوٹے مدعی رسالت خود بخود ہی ضایع ہو جاتے ہین تو ایسا ممکن تہا کہ اپنی قوت اور آیندہ کے آثار اور قرائن کو دیکھکر کہدیتا کہ جب قوت حاصل ہو جائیگی تو ہلاک کردیگا اور بازی لیجا کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرا لیگا مثلاً قصائد کی

مشق شروع کردی اور ادب مین مہارت پیدا کرکے دس بیس دن یا دو چار
سال بعد مدعیوں کو کہدیا کہ تم میرا مقابلہ فصاحت مین نہ کرسکو گے اسی طرح وہ دوسری
فنوں مین مہارت پیدا کرنیکے بعد اُس فن کے مدعیوں کو چیلنج کردیا کہ تم میرا مقابلہ
نہ کرسکو گے اگر طاقت ہے تو آؤ کرو ایسا گمان ہو سکتا ہے اور یہ باتیں ممکنات
سے ہین لیکن تبلاؤ تو سہی ایک انسان محدود القویٰ ایک احساس کے ساتھ ہان
ایک اطلاق کیساتھ کہہ سکتا ہے کہ سیہزم الجمع - تمام جماعتین خواہ کسی رنگ
مین ہون عنقریب نابود ہوجائین گی اور شکست پا جائیں گی عیسائی اپنے
علموں اور رہبانیت کو لیکر دعا کی قبولیت کو لیکر آجائیں وہ میرے مقابلہ مین
نایز المرام نہو سکین گے اور پہر دیکھو کہ کتنا عظیم الشان دعوےٰ ہے ایک آدمی
کسی خاص شخص کو نہین کہا کل جماعتین ہر ایک جماعت مین جسقدر شریک ہین
وہ سب کے سب لیکن میرے مقابلہ مین نامراد ہو کر رہجائیں گے فصیح اپنی فصاحت
اور لسانی طاقت کی حربہ مین مقابلہ کو آئیں وہ میرے مقابلہ مین گونگے ہو جائینگے
کوئی ہو میرے مقابلہ مین آکر وہ شکست کہا جائیگا ایک دہریہ اور میٹریلسٹ
کے لیئے جو انسانی قویٰ کے حدود کو جانتا ہے اور نتیجہ نکالنے کے لیئے
سامان اور کدال ہی ایک ہی ذریعہ سمجھتا ہے اس آواز مین اگر وہ سوچے
ایک زبردست ہستی کی صدا سنائی دیسکتی ہے اس ظاہری حالت مین کہتا ہے
کہ کوئی ساز و سامان نہین فکیدونی جمیعا - جس قدر طاقتیں تم میرے
مقابلہ کے لیئے رکھتے ہو سب خرچ کرلو پہر دیکھو کہ تم کو کہانتک کامیابی ہو
سکتی ہے؟

ہماری ملک مین تو پہلکر پہر بھی کچھ نہین چلتی یہان عرب العربا کو جو ذرا سی
بات پر بگڑ بیٹھے اور قبائل تک کی صفائی کو مٹنے کو تیار ہوجاتے تو چیلنج کیا جاتا ہے

اور پھر چیلنج بھی یہ کہکر تم کا منتظر تھا۔ پھر تم پر حرام ہے یہ تمہاری غیرت اور حمیت پر ایک داغ اور دھبا ہے اگر مجھے مہلت دو تو ایک طرف عاجز اور بیکس انسان کوئی سامان نہیں رکھتا ایک چیونٹی کو بھی مسلنے کا مصالحہ پاس نہیں۔ لیکن ایک بڑی وثوق اور بھاری شعور کیسا تھ اور پوری اطمینان اور اعتماد سے ایک شیر ببر کو چھیڑتا ہے اور مقابلہ کے لیئے اکساتا ہے اور تحدی کے طور پر کہتا ہے۔ کہ فکیدونی جمیعاً۔

اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک گھڑی کا پتہ دیتا ہوں جو آنیوالی ہے مبارکبادی اور خوشی کی گھڑی نہیں بلکہ تلخکامی اور مصیبت کی ساعت جبکہ سب حیران ہونگے۔ یہ مصیبتیں اور تلخکامیاں کہاں سے ٹوٹ پڑیں انکا بظاہر تو نام و نشان نہ تھا پھر وہ مصائب اور ناکامیوں کا حربہ اگر یہاں چھ ماہ بعد اُن پر آپڑتا تو کسے ریشہ دوانی اور سازش کا خیال ہو سکتا تھا۔ دراز سلسلہ مصائب کا چلتا ہے اور چند غلاموں کا نیست و نابود ہونا ہی ساتھ ہی ایسے ہزارہا فتن کے بعد ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ منشا تھا اس سے ثابت ہوا کہ جسنے کہا تھا سیھزم الجمع وہ کوئی فتنہ پرداز منصوبے باز سازشی انسان نہ تھا بلکہ ایک مقدس اور آسمانی معلم تھا لاریب وہ اللہ کا رسول اور اسی کا مرد تھا جس نے اسقدر دعویٰ اور پورے اعتماد سے کہا سیھزم الجمع اس سے معلوم ہوا کہ کوئی قادر اور برتر ہستی کا مہ زبردست ہاتھ تھا اور ہے جسکے سہارے وہ بولتا ہے اس زمانہ میں بھی ایک ایسی ہی آواز سنائی دی اور بڑے شد و مد سے لیکن پھر ان نادانوں پر سخت افسوس آتا ہے جو جانتے ہیں یہی الفاظ بولنے والا ایک صادق امین علیہ التحیۃ والتسلیم زمانہ کو دکھا چکا ہے کہ یہ لفظ کسی معمولی انسان کی طاقت سے باہر ہیں اور انمیں ایک ہیبت اور جلال کے آثار نظر آتے ہیں مگر اسوقت جب ایک صادق بولتا ہے تو اسکو اسی نظر سے نہیں دیکھتے افسوس ہی انپر جو اس نامبارک ساعت کا انتظار کرنا چاہتے ہیں

اور مبارک ہیں وہ لوگ جو امنا وصدقنا کہکر فاکتبنا مع الشاھدین کہتے ہوئے وجد کو
اٹھتے ہیں ؛

مختصر یہ کہ اس قسم کی بہت سی پیشگوئیاں قرآن مجید نے بیان کی ہیں
ایسا ہی اس حالت میں جب کہ کل عرب مخالفت کے لیئے تلا ہوا تنہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا گیا واللہ یعصمک من الناس. یعنے اللہ تعالیٰ
تمہیں شر اعدا سے محفوظ رکھیگا اور وہ آپ کے قتل پر قادر نہو نگے ؛

کسی دشمن کا قتل کردینا کوئی بڑی بات نہیں مہذب اور شایستہ گورمنٹ
کے نظام میں بھی قتل کی واردتیں ہو جاتی ہیں پھر جہاں حکومت کا کوئی
انتظام ہی نہ ہو۔ کسی ایسے شخص کا جو ہر طرح سے بیکس ہو اور جس کی مخالفت
میں ایکدو نہیں کل ملک اٹھا ہوا ہو قتل کردینا کونسی مشکل بات ہو سکتی تھی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اسلام کی عظیم الشان شوکت کا زمانہ
تھا اپنی حکومت تھی اور سب کے سب مسلمان تھے اور خود حضرت عمر
ایک عالیشان شجاع اور دلیر انسان تھے۔ اس حکومت اور اس کے
دور میں ایک بہادر اور دلیر انسان شہید کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بیکسی کیحالت
میں یکہ و تنہا انسان جس کے سب دشمن ہوں محفوظ اور
معصوم رہتا ہے اسکا سر کیا ہے ؟ یہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور ہے
جو واللہ یعصمک من الناس کے الفاظ میں کیگئی تھی ؛

غرض پیشگوئیوں کا ایک بحر مواج ہے جو قرآن مجید میں بہ رہا ہے
اور یہ نہیں کہ انکا سلسلہ ختم ہو گیا بلکہ انکا دامن وسیع ہے ؛

یہ زمانہ جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں بھی عظیم الشان
پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں اور کوئی کتاب

اس رنگ میں ان پیشگوئیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کیونکہ یہ پیشگوئیاں یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پوری ہو گئی تھیں۔ بلکہ انکا سلسلہ برابر جاری ہے چنانچہ بہت سی پیشگوئیاں تھیں۔ جو اب پوری ہو گئی ہیں اور بہت ابھی باقی ہیں جو آیندہ پوری ہونگی منجملہ ان پیشگوئیوں کے جو اسوقت پوری ہو رہی ہیں اس سلسلہ کی پیشگوئی ہے جو قرآن شریف کے اول سے لیکر آخر تک چلی گئی ہے۔ میں ان پیشگوئیوں کی اگر تصریح کروں تو بہت سا وقت صرف ہوگا لیکن میں اتنا کہونگا کہ اس سلسلہ نے قایم ہو کر نہ صرف قرآن مجید کی ان پیشگوئیوں کو پورا کیا ہے بلکہ پیشگوئیوں کے اس وسیع سلسلہ کو شروع کر دیا ہے چنانچہ ہزاروں پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں یہ سب کچھ نتیجہ [illegible] کی اعجازی قوت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اس سلسلہ کے بانی اور [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام انکے ذریعہ سے قرآن مجید کے تمام معجزات کا نمونہ پھر ظاہر ہوا ہے علمی معجزات سے آپکی تصانیف لبریز ہیں کہ کسی طرح پر حقایق اور معارف کا دریا ان میں جوش مار رہا ہے اخلاقی معجزات کے لئے آپ کی سیرۃ گواہ ہے اور روحانی برکات اور تاثیرات کے لئے وہ قوم موجود ہے جو آپ نے طیار کی ہے سچ تو یہ ہے کہ اسلام کی حقانیت اور صداقت پر کوئی زندہ اور روشن دلیل آج قایم نہ ہو سکتی اگر یہ سلسلہ قایم نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی تاثیرات اور برکات کی صرف کہانیاں رہ جاتیں۔ مگر آج ہم نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔